دورِ اکبری میں

فارسی ادب کا مختصر جائزہ

جب بادشاہ بابر (وفات ۹۳۲ھ ۱۵۲۶ء) نے کابل سے آکر دہلی کی جانب چڑھائی کی اور شمالی ہندوستان کو فتح کر لیا تو فارسی کے اکثر بڑے بڑے عالم اور فاضل اُس کے ساتھ ہندوستان آئے ان تمام میں ایک "آتشی قندھاری" بھی تھا۔ اس کا یہ شعر بہت مشہور ہے ؎

سرِ شکم رفتہ رفتہ بی تو دریا شد تماشا کن
بیا در کشتیِ چشمم نشین و سیرِ دریا کن

بابر خود ایک زبردست بادشاہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک شاعر اور ادیب تھا۔ اس کی اپنی لکھی ہوئی سرنوشت "تزکِ بابری" ترکی نثر کا ایک شاہکار سمجھی جاتی ہے بابر کے بعد اُس کا بیٹا ہمایوں تختِ نشین ہوا۔ فارسی شعر و ادب کے ساتھ اسے بھی بے حد دلچسپی تھی اور خود بھی شعر کہتا تھا جب ہمایوں شیر شاہ سوری کے ہاتھوں مغلوب ہوا تو وہ ایران کے شاہنشاہ شاہ طہماسپ صفوی (۹۱۹-۹۳۴ھ) سے مدد مانگنے کی غرض سے ایران چلا گیا ــــ ہمایون کا ایران کی طرف سفر کرنا صفوی بادشاہ

ڈاکٹر سیدہ رقیہ

شاہ طہماسپ کے زیر سایہ اس کے چودہ سال کے ٹھہرنے نے ہندوستان میں فارسی زبان اور ادبیات کے پھیلنے پر کافی اثر ڈالا جو اس کے بعد دن بدن بڑھتا گیا اور ثمردار درخت بن گیا۔ "بیرم خان" جو ہمایوں کے دور کا ایک امیر تھا اور اس کا بیٹا عبدالرحیم خان ملقب بہ خانِ خانان جو اکبری دربار کے بزرگوں اور رئیسوں میں سے تھا ان دونوں نے ہندوستان میں فارسی شاعروں کی تربیت کی۔ تو گویا بابر کے دور میں فارسی شعر و ادب کی جلائی گئی شمع اس کے پوتے اکبر کے دور میں ایک چراغان بن گئی۔

جلال الدین محمد اکبر (۹۶۳ھ — ۱۰۱۴ھ) نہایت خوش ذوق اور قدردانِ سخن تھا اس کا زمانہ ہندوستان میں فارسی شعر و ادب کی ترقی اور ترویج کا اہم ترین زمانہ ہے۔ بلکہ اگر یوں کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہیں ہوگا کہ بابر کے بعد اس کے سب جانشین ایرانی علوم و ادبیات کے بڑے زبردست سرپرست اور فارسی زبان کے بڑے حامی تھے۔ ان کی مادری زبان اگرچہ ترکی تھی لیکن وہ فارسی زبان بھی اچھی طرح جانتے تھے۔ فارسی زبان پر انہیں بڑا عبور حاصل تھا۔ اُن کے دربار کی زبان بھی فارسی تھی۔ ایرانی فضلا کی تصانیف اور شعرأ کے اشعار ان کے مطالعہ میں رہتے تھے۔ چنانچہ اُن کے دربار میں ایرانی اور ہندوستانی فارسی شاعروں اور عالموں کا بہت بڑا مجمع تھا حتیٰ کہ ان بادشاہوں نے فارسی میں خود بھی شعر کہے اور اس طرح فارسی شاعری کی ترقی میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔

شہنشاہ اکبر پہلا بادشاہ تھا جس نے ایران کے بادشاہوں کی تقلید کے طور پر ایک خاص عہدہ "ملک الشعراء" کا اپنے دربار میں مقرر کر لیا۔ اور سب سے پہلے غزالی مشہدی کو یہ درجہ دیا گیا اور اس کے بعد اس منصب کو ایک ھندی

Scanned with CamScanner

نسل شاعر ابوالفیض ناگوری جس کا تخلص فیضی تھا کو عطا کیا گیا۔

فیضی کا بھائی ابوالفضل اکبر کا وزیر اپنی مشہور کتاب آئینِ اکبری میں اس بادشاہ کے درباری شاعروں کی ایک لمبی فہرست نام و پتہ کے ساتھ پیش کرتا ہے جو اڑسٹھ ناموں پر مشتمل ہے جو سب کے سب ایران سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ اُن میں سے نمایاں ترین اہلِ قلم یہ ہیں غزالی مشہدی، عرفی شیرازی، نظیری نیشاپوری، صبلی هروی، سنجر کاشی، اسیری رازی، قدس کربلائی، بابا طالب اصفہانی وغیرہ وغیرہ۔ اکبری دور کا ایک اور نامور مورخ بدایونی اپنی تاریخ منتخب التواریخ میں لکھتا ہے کہ تقریباً ساڑھے تین سو شاعر ادیب اور دانشمند سرزمینِ ایران، خراسان اور ماوراالنہر سے چل کر ہندوستان میں آئے یہاں اُن کی بہت قدر و منزلت ہوئی اور انہیں ہر طرح کی مادی سہولیات سے سرفراز کیا گیا۔ قصیدہ گو شعراء کے علاوہ مشہور غزل گو شاعر مشفقی بخاری اور مثنوی نگار حسین ثنائی مشہدی کی بھی بہت قدر دانی کی تھی شاہی معاوضوں کی کیفیت یہ تھی کہ انہوں نے نظری کشمیری کو اُن اشعار کے مسئلے میں جو اس نے بادشاہ کی آفتاب پرستی کے متعلق کہے تھے بارہ ہزار روپیہ انعام دیا اور وہ اشعار یوں تھے۔

قسمت نگر کہ درخور ہر جوہرے عطاست

آئینہ با سکندر و با اکبر آفتاب

او کرد اگر مشاہدۂ حق در آئینہ

این می کند مشاہدہ حق در آفتاب

اکبر کو بالعموم تمام مذاہب سے اور بالخصوص ہندو دھرم سے بہت عقیدت تھی چنانچہ اُس نے شعرائے شیریں مقال کو معقول معاوضے دیکر سنسکرت کی کئی

کتابوں کے ترجمے کروائے خواجہ حسین مروی نے اکبر کے حکم سے سنگھاسن بتیسی کا ترجمہ نظم میں کرنا شروع کیا تھا۔ بادشاہ نے فیضی پر یہ خواہش ظاہر کی کہ نظامی گنجوی کے خمسے کا جواب لکھا جائے اور اس کا آغاز "نل و دمن" سے کیا جائے۔ مثنوی "نل و دمن" نظامی کی مثنوی "لیلیٰ و مجنوں" کی طرز پر ہے۔ مہابھارت اور اتھروید کے ترجمے کا محرک بھی اکبر ہی تھا۔ کہنے کو تو وہ ان پڑھ تھا لیکن علوم و فنون کا حقیقی شوق اسے بہت زیادہ تھا اسے کتابوں کے جمع کرنے اور ان کو ترتیب دینے کے ساتھ بھی بہت دل چسپی تھی کتابیں پڑھ کر اس کو سنائی جاتی تھیں اور جب ۱۰۱۴ھ میں اُن کی وفات ہوئی تو آگرہ کے شاہی محل میں سنہری جلدوں والی چوبیس ہزار کتابیں موجود تھیں جن کی قیمت ساڑھے چھ لاکھ روپے سے زائد تھی۔

اکبر کے دربار کا ایک اور اہم شاعر فیضی ہے۔ فیضی اور ابوالفضل دونوں بھائیوں نے دربارِ اکبری میں بہت زیادہ اثر و رسوخ پیدا کیا اور اکبر بھی اُن کا بہت زیادہ قدردان تھا خاص کر فیضی پر اکبر بہت مہربان تھا اور بہت سے شاعروں کو اسی کی وساطت سے اکبر کے دربار میں رسائی حاصل ہوئی جن میں عرفی شیرازی کا نام سرفہرست ہے۔ فیضی نے تراجم کے علاوہ کچھ مثنویاں اور غزلیات کا ایک دیوان بھی باقی چھوڑا ہے۔ جب اکبر نے کشمیر کا سفر کیا تو فیضی بھی ساتھ تھا اور کشمیر کی تعریف میں ایک قصید لکھا ہے

هزار قافلۂ شوق می کند شب گیر
کہ بار عیش کشاید بہ خطۂ کشمیر

ابوالفضل اپنے زمانے کا ہی نہیں بلکہ آج تک فارسی نثر نویسوں میں ممتاز سمجھا

Scanned with CamScanner

جاتا ہے اس نے اکبری دور سے متعلق بہت سی کتابیں لکھی ہیں جن میں "اکبرنامہ" زیادہ مشہور ہے۔ "اکبرنامہ" ہندوستان میں آل تیمور اور اکبر کی مفصل تاریخ ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے اور اسی کتاب کی چوتھی جلد کا نام "آئین اکبری" رکھا ہے۔

ہندوستان کے مغل بادشاہوں نے فارسی شعر و ادب کی سرپرستی کے ساتھ ساتھ فنِ تاریخ کو بھی بڑی ترقی دی۔ اکبر کے زمانے میں عمومی اور خاص طور پر ہندوستان کی تاریخ پر بہت سی اہم اور مفید کتابیں فارسی میں تصنیف ہوئیں مثلاً احمد بن نصر شاہ نے شہنشاہِ اکبر کے حکم پر "تاریخ الفی" لکھی۔ اس کتاب میں ۹۹۷ھ تک کے واقعات درج ہیں اور یہ اسلام کی ایک ہزار سالہ تاریخ ہے۔ گلشن ابراہیمی یا تاریخ فرشتہ کو محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ استر آبادی نے تالیف کیا اور اس میں ۱۰۱۵ھ تک کے وقائع درج ہیں۔ اکبرنامہ کے علاوہ اور بھی بہت سی تاریخیں لکھی گئی جیسے روضۃ الطاہرین، مراۃ العالم، مراۃ الصفا، طبقاتِ اکبر شاہی وغیرہ جیسا کہ اوپر بیان ہوا دربار اکبری کا ایک اور مورخ بدایونی تھا اس نے اپنی تاریخ "منتخب التواریخ" میں اس دور کے حالات کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔

البتہ وہ اکبر کا سخت مخالف اس لیے تھا کہ اسے دین میں بدعت کے لیے مورد الزام ٹھہرایا۔ اکبر کو دینِ الٰہی کی طرف ترغیب دینے میں فیضی اور ابوالفضل کا ہاتھ تھا اور بدایونی نے اُن دونوں بھائیوں پر سخت متعصبانہ حملے کئے اور انہیں ملحد بتایا۔ چنانچہ اُس زمانے کے ایک ہجوگو شاعر فل شیری نے اکبر کے دین الٰہی کے خلاف بادشاہ کی ہجو میں کہا ہے

شاہ ما امسال دعوی نبوت کردہ است
گر خدا خواہد پس از سالے خدا خواہد شدن[1]

---

[1] شعر العجم۔ جلد چہارم۔ ص ۱۷۲۔

دورِ اکبری کا ایک اور مورخ خان اعظم کوکلتاش تھا۔ بقولِ شبلی نعمانی وہ اکبر کا رضاعی بھائی تھا اور اس کے ساتھ کھیلتا تھا اکبر اس کی ناز برداریاں کرتا تھا اور کہتا تھا "چہ کنم درمیانِ من و خان اعظم دریائے شیر حائل ست"۔ خان اعظم نہایت قابل نہایت نکتہ سنج اور بہت بڑا مورخ تھا۔ جہانگیر اس کی نسبت لکھتا ہے:

"درعلم سیر و فنِ تاریخ استحضار تمام داشت و در تحریر و تقریر بے نظیر بود و در مدعا نویسی ید طولیٰ داشت و در لطیفہ گوئی بے مثل بود و شعر ہمواری می گفت این رباعی از وارداتِ اوست"[1]

عشق آمد از جنون برومندم کرد
وارستہ ز محبت خرد مندم کرد
آزاد ز بند دین و دانش گشتم
تا سلسلۂ زلف کسے بندم کرد[2]

ان کے سوا اس دور میں اور بھی عالم و فاضل، مصنف، مصور، منشی اور خوش نویس پیدا ہوئے جن سے ہر طرح کا ادب تشکیل پذیر ہوا۔ چنانچہ قاضی نور اللہ شستری اسی دور میں اپنے وطن سے ہجرت کر کے ھندوستان آیا اور لاہور میں مقیم ہو گیا پھر شہنشاہِ اکبر کی طرف سے وہ لاہور کے قاضی مقرر کئے گئے اُس نے شیعہ عالموں فقیہوں، بادشاہوں اور صوفیوں کے حالات اور ان کے اقوال پر "مجالس المومنین" نام کی کتاب تالیف کی اس کتاب کو اس نے لاہور میں ہی ۹۹۳ھ میں لکھنا شروع

۱۔ شعر العجم جلد چہارم ۔ص ۱۷۲
۲۔ شعر العجم حصہ سوم ۔ ص ۱۵

کیا تھا اور ۱۰۱۱ھ میں اسے ختم کیا۔

دورِ اکبری کا ایک اور مشہور و معروف مصنف جمال الدین حسین انجو تھا اس نے شہنشاہ اکبر کے حکم پر اپنی لغت (فرہنگ) لکھنی شروع کی تھی لیکن چونکہ یہ لغت ۱۰۱۷ھ میں مکمل ہوئی پھر اسے جہانگیر کے نام معنون کر کے اس کا نام فرہنگ جہانگیری رکھا۔

مغل بادشاہوں کے امرأ و وزرأ نے بھی فارسی شعر و ادب کی بیش بہا خدمات انجام دیں۔ چنانچہ ہم جانتے ہیں کہ اکبر کے اکثر امرا بھی سخن فہم اور قدر دانِ شعرأ تھے۔ جن میں خانِ خانان کا مقام بہت بلند ہے۔ وہ بیرم خان کا بیٹا تھا اور دانش دوستی میں یگانۂ روزگار تھا اس کے دربار سے متعلق مشہور شاعروں میں نظیری نیشاپوری سرفہرست ہے۔ نظیری نیشاپور سے چل کر ھندوستان آیا تھا اور کئی قصیدے خان خانان اور اکبر کی مدح میں کہے لیکن حق تو یہ ہے کہ نظیری غزل کا شاعر ہے اس کا دیوان ھندوستان میں ہمیشہ بڑی دل چسپی سے پڑھا جاتا رہا۔ صائب نے اسی نظیری کی تعریف و توصیف میں کہا تھا:

صائب چہ خیال است کہ شعری ہمچو نظیری
عرفی نہ نظیری نہ رسانید سخن را

خانخانان کی فیاضی اور قدر دانی سے جو شعرأ اور اہل کمال اس کے دربار میں جمع ہو گئے سلاطین کو بھی یہ بات نصیب نہیں ہوئی۔ ایک بار نظیری نے یہ کہا کہ میں نے ایک لاکھ روپیہ کا ڈھیر کبھی نہیں دیکھا کہ کتنا ہوتا ہے۔ خانِ خانخانان نے اس کے

ل۔ مآثرِ رحیمی میں ان تمام شعرأ کا مفصل تذکرہ ہے

Scanned with CamScanner

سامنے ایک لاکھ کا ڈھیر لگوایا اور پھر اُسے ہی بخش دیا۔ اس کے دربار میں دیگر شعرا یعنی عرفی، شیکیتی، انیتی وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔

اکبر کے دیگر امرا میں جو شعر و ادب کے مربی تھے ابوالفتح گیلانی کا نام بھی قابلِ ذکر ہے۔ بقول شبلی "مربیانِ سخن کے سلسلہ میں قلی خان، خان زمان، خان اعظم کوکلتاش، غازی خان اور ظفر خان کا نام بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ خان زمان اکبری دربار کے امرائے کبار میں سے تھا جو بالآخر حریفِ سلطنت بن کر مارا گیا۔ وہ خود شاعر اور قدردانِ سخن تھا۔ سلطان تخلص کرتا تھا چنانچہ بدایونی نے شعرا کے ذیل میں اس کا حال لکھا ہے لہ۔

دورِ اکبری میں نہ صرف ایرانی اور ہندوستانی مسلمان زبانِ فارسی میں فصاحت و بلاغت کے رتبے کو حاصل کر گئے تھے بلکہ ہندوؤں میں بھی برہمنوں کی ایک چیدہ جماعت اپنی فطری قابلیت اور لیاقت کے بل بوتے پر مسلمانوں سے بھی آگے بڑھی اُن میں سے ایک پنڈت ڈونگرمل ہے جس کا تذکرہ بدایونی اپنی تاریخ میں کرتا ہے وہ (ڈونگرمل) اسکندر لودھی کے دور میں ایک برہمن گزرا ہے جو دہلی میں فارسی کا درس دیتے تھے۔ اس کے علاوہ دوسرا برہمن شاعر مرزا منوہر توسن ہے، ماثرالامراء، آئینِ اکبری اور تزکِ جہانگیری میں چند اشعار اسی کے نام پر درج ہیں۔ ایک اور ہندی شاعر جو اکبر کے زمانے میں زندہ تھا کرشنا داس کے نام سے مشہور ہے۔ (چندر بھان نامی ایک اور برہمن شاعر گزرا ہے جو شاہزادہ دارا شکوہ کا منشی تھا) اس طرح اکبر کے وارثوں نے بھی جہانگیر اور شاہ جہاں سے بہادر شاہ ثانی ۱۸۵۷ء تک اپنے آباواجداد کی اس لائقِ تعریف صفات کو محفوظ اور برقرار رکھا اور اپنے دربار کو فارسی شعر و ادب کا گہوارہ بنا یا تھا۔

لہ شعر العجم حصہ سوم ص ۱۳۔